مولانا محمد رمضان یوسف سلفی

حیات و خدمات

سہیل احمد گورداسپوری

بابائے تبلیغ حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ فاتح قادیان شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ اپنے ہر وعظ اور تقریر کے آغاز میں غالب کا یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے کہ

غنیمت جان لو مل بیٹھنا غالب ...... جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

۱۲ نومبر کو مولانا سلفیؒ سے فون پر رابطہ ہوا تو فرمانے لگے سہیل بھائی یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد یوسف انور حفظہ اللہ کا آپریشن ہوا ہے آجاؤ ان کی عیادت کو چلتے ہیں۔ میں نے کہا حضرت میں نے کل اتوار والے دن نارنگ منڈی ایک شادی کی تقریب میں جانا ہے فرمانے لگے براستہ فیصل آباد چلے جانا۔ میں اسی شام کو فیصل آباد آ گیا پھر مغرب کی نماز کے بعد مولانا سلفیؒ کو ساتھ لے کر ہم حضرت مولانا محمد یوسف انور حفظہ اللہ کے گھر ان کی عیادت کو چلے گئے یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد یوسف انور حفظہ اللہ کمال شفقت فرماتے ہوئے بیٹھک میں تشریف لائے بڑی محبت و شفقت سے ملے۔ خوبصورت چائے کے ساتھ ہماری تواضع کی۔ کافی دیر تک مجلس قائم رہی۔ یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد یوسف انور حفظہ اللہ اور مولانا سلفیؒ کی زبانی تاریخی واقعات سننے کو ملے وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا۔ مولانا یوسف انور حفظہ اللہ کے آرام کے پیش نظر رخصت چاہی۔ واپس چل دیے لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ ہماری آخری ملاقات ہوگی۔ اس کے بعد بھی مولانا سلفیؒ سے فون پر بات ہوتی رہتی تھی لیکن،،،،،،،،،،،،،،،،،،،

محترم جناب رمضان یوسف سلفیؒ کے ساتھ میرا چار نسلوں سے تعلق قائم تھا (میرے دادا جان حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوریؒ سے لے کر میرے بچوں تک)۔ میرے نہایت ہی محترم مشفق و مہربان دوست جناب رمضان یوسف سلفی

پڑھنے لکھنے کا عمدہ ذوق رکھنے والے جناب سلفی صاحبؒ نے پچھلی دو دہائیوں سے زائد عرصے سے قلم و قرطاس سے ناطہ جوڑ رکھا تھا۔ ۱۹۹۰ء سے لے کر اب تک آپؒ کے متعدد تحقیقی مضامین

پاکستان اور بیرون ملک کے رسائل وجرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ان کی تحریروں میں علماء سے محبت والفت صاف نظر آتی تھی۔زبان نہایت سادہ، سہل اور روانی بھی خوب ہوتی تھی۔میں نے مولانا سلفیؒ کی کئی ایک تحریریں پڑھی۔

مولانا سلفیؒ مزید چند کتب اور تحقیقات پر کام جاری رکھے ہوئے تھے (جن میں سے ایک ماضی قریب کے عظیم خطیب حضرت مولانا محمد یوسف گکھڑویؒ کی حیات وخدمات اور دوسرا سفرنامہ حرمین شریفین مرتب کررہے تھے)۔ جناب سلفی صاحبؒ خاموشی سے کام کرنے والے انسان تھے۔عوامی اجتماعات اور مجالس میں بہت کم شریک ہوتے تھے۔

جناب سلفی صاحبؒ نے روایتی جی حضوری کی بجائے مسلکِ حقہ اہل حدیث کے منشور تحقیق و حقائق کو ہی اپنی تصانیف کی زینت بنایا ہوا تھا۔آپ کی تصانیف دیکھ کر خوشی اس لئے بھی ہوتی تھی کہ اس محاذ کے جرنیل مورخ اہل حدیث حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹیؒ کے اس دنیائے فانی سے رخصت ہو جانے کے بعد آپ نے نہ صرف اس محاذ کو سنبھالا ہوا تھا بلکہ کسی مستقل ومضبوط معاون ومددگار اور وسائل کے بغیر تن تنہا ہی اس مشن کو جاری وساری رکھا ہوا تھا۔مورخ اہل حدیث حضرت بھٹی صاحبؒ کی وفات کے بعد سلفی صاحبؒ سے بہت سی امیدیں وابستہ تھیں لیکن ہماری امید پر تقدیر غالب آگئی لیکن.........، جیسے اللہ کو منظور۔

اہل علم جانتے ہیں فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے تحریک ختم نبوت کا پرچم پہلے پہل شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ نے بلند کیا۔ان کے اس دنیائے فانی سے رخصت ہو جانے کے بعد شیخ الاسلام، فاتح قادیان حضرت مولانا علامہ ثناء اللہ امرتسریؒ نے تاحیات ان کے اس مشن کو جاری وساری رکھا۔فاتح قادیان حضرت مولانا امرتسریؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مولانا بٹالویؒ کو یہ علم ہوا ہو تو وہ شاید یہ شعر پڑھتے ہوں گے۔

آ کے سجادہ نشیں قیس ہوا میرے بعد
رہی خالی نہ کوئی دشت میں جا میرے بعد

بالکل اسی طرح اگر مولانا بھٹی صاحبؒ کو یہ علم ہوا ہو کہ ان کا مشن سلفی صاحبؒ نے سنبھال لیا تھا تو وہ بھی یقیناً یہی شعر گنگناتے ہوں گے۔

سلفی صاحبؒ کی کئی تصانیف منظر عام پر آ چکی ہیں اور مقبول عام کی سند حاصل کر چکی ہیں۔مولانا سلفیؒ کی آخری تصنیف شیخ الاسلام سردار اہل حدیث حضرت مولانا علامہ ثناء اللہ امرتسریؒ کی حیات وخدمات

کے اہم موضوع پر تھی۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کی حیات وخدمات پر اس سے پہلے بھی بہت سے اہل علم لوگ قلم اٹھا چکے ہیں فاتح قادیانؒ کی سیرت وسوانح کے حوالے سے ماضی قریب کے بزرگ حضرت مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ، حضرت مولانا محمد داود رازؒ، حضرت مولانا صفی الرحمان مبارک پوریؒ اور موجودین میں سے حضرت مولانا فضل الرحمان بن محمد حفظہ اللہ اور جناب ملک عبدالرشید اعراقی حفظہ اللہ کی تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں جو سب اپنی مثال آپ ہیں۔ جبکہ آپ کی حیات وخدمات پر مضامین لکھنے والوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔ جو ہزاروں میں نہیں تو سینکڑوں کی تعداد میں ضرور ہوں گے۔ میرے دادا جان حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوریؒ (حضرت باباجیؒ) بھی حضرت شیخ الاسلام کے خاص تربیت یافتہ شاگردوں میں سے تھے۔ آپؒ نے ان کے کئی مبارک معمولات اور عادات اطوار کو تاحیات اپنائے رکھا۔ سٹیج، منبر اور نجی مجلسوں میں بھی حضرت شیخ الاسلامؒ کے اوصاف حسنہ کا بڑی تفصیل سے ذکر کرتے۔ (کیونکہ آپؒ برملا کہا کرتے تھے کہ میں ثنائی ہوں)

باباجیؒ نے بھی اپنی زندگی میں حضرت شیخ اسلامؒ کی حیات وخدمات پر قلم کو حرکت دی اور کم وبیش دس گیارہ مضامین لکھے۔ جو وقفے وقفے سے جماعتی جرائد ورسائل میں شائع ہوتے رہے۔ ان مضامین میں حضرت شیخ الاسلامؒ کی حیات مبارکہ کے مختلف گوشوں (صورت ثنائی، سیرت ثنائی، سخاوت ثنائی وغیرہ) کو منظر عام پر لائے۔

اسی طرح جناب حضرت سلفی صاحبؒ نے بھی اپنی آخری تصنیف میں آپؒ (حضرت باباجیؒ) کے حوالے سے دو ایک واقعات شامل کئے تھے لیکن سلفی صاحبؒ کی کتابوں کے مطالعہ کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ جناب سلفی صاحبؒ نے اس سلسلہ میں خوب محنت کی تھی اور اپنی روزمرہ کی مصروفیات اور دوکان پر ملازمت وغیرہ سے خاصا وقت نکال کر کافی بھاگ دوڑ کر کے مختلف شخصیات کی حیات مبارکہ کے بعض ایسے گوشوں کو منظر عام پر لائے تھے۔ جو وقت کی دھول میں دب چکے تھے اور آج کی نئی نسل کے بہت سے لوگ ان واقعات سے ناآشنا تھے۔ اسی طرح مولانا سلفیؒ نے جس شخصیت پر لکھا خوب لکھا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

میری اللہ تبارک وتعالیٰ سے دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا سلفیؒ کی خدمات کو قبول فرما کر ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے (آمین) اللہ رب العزت مولانا سلفیؒ کے عزیز و اقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور بچوں کی حفاظت فرمائے (آمین)